

ہندوستان کے عربی شعراء پر ایک نظر

علامہ اختر علی تلہری

حدود میں اجمال کے باوجود اتنی گنجائش تھی کہ اس طبقے کے بعض ممتاز شعراء کا سرسری ہی سہی ذکر کر دیا جاتا۔ اس فروگزاشت کی وجہ سے متعلقہ طبقے میں غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے اور جناب معصومی کے بارے میں خواہ مخواہ تنگ نظری کا الزام عائد ہونے کے لئے ایک گوشہ نکل آتا ہے۔

دو تین سال کا عرصہ ہوا آل انڈیا ریڈیو کے عربی شعبہ سے لکھنؤ اسٹیشن نے ایک تقریر ”ادباء اللغة العربیہ فی الہند“ کے موضوع پر عربی زبان میں نشر کی تھی۔ اس تقریر میں ہندوستان کے عربی شعراء کا ذکر کیا گیا تھا اور اس میں کوئی طبقہ نظر انداز نہیں ہوا تھا اور مناسب بھی یہی تھا، کیونکہ ادبی مقالات کسی نوعیت کے ”من و تو“ کے تفرقوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

جناب معصومی کے ادبی ذوق کی بلند پائیگی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے ہندوستان کے اس طبقے کے عربی شعراء کو قصداً نظر انداز کیا ہوگا تاہم زیر مضمون میں اس اہم طبقے کے شعراء کا نظر انداز ہونا خواہ کسی وجہ سے ہو جب کہ اس نے کچھ غیر معروف شعراء کے ذکر کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے، ادبی نقطہ نظر سے قابل تلافی ضرور ہے۔

اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عربی ادب و شعر کے سلسلہ میں اس طبقے کی خدمات بھی کم و قیاس نہیں ہیں۔ تیرہویں صدی کے وسط سے اب تک تقریباً سوا سو برس کے عرصہ میں اس

جناب ابو محفوظ الکریم صاحب معصومی استاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ نے مارچ ۱۹۵۰ء کے موقر مجلہ معارف اعظم گڑھ میں عنوان مذکورہ صدر کے تحت ایک اہم مقالہ سپرد قلم کیا ہے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اردو رسائل کے لئے یہ عنوان نیا ہے اور غالباً ان میں کوئی مقالہ اس موضوع پر ابھی تک تحریر نہیں کیا گیا ہے حالانکہ یہ عنوان خاصا وسیع الذیل ہے اور اس میں تحقیقات کی کافی گنجائش ہے۔

جناب معصومی صاحب نے اس عنوان پر اظہار خیال کر کے اور خصوصیت سے اس ناسازگار فضا میں جب کہ ان زبانوں کے متعلق کسی قسم کی بات چیت کرنا بہت ہی خشک اور غیر مفید مشغلہ سمجھ لیا گیا ہے ہندوستان کی اقلیت نے ادب اور ثقافت کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان کسی عالم میں رہیں، کسی فضا میں زندگی بسر کریں، عربی زبان اور عربی ادب سے ان کا رابطہ قائم رکھنا ضروری ہے کیونکہ اس سے ان کے اسلامی کلچر کی آبیاری ہوتی ہے اور انھیں دینی ذوق کی صحت درست رکھنے والی غذا ملتی ہے۔

البتہ اس سلسلہ میں ایک امر ضرور قابل گزارش ہے اور وہ یہ کہ اس مفید مقالے میں مسلمانوں کے ایک اہم طبقے کے عربی شعراء کا تذکرہ یک لخت نظر انداز ہو گیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ جناب معصومی کا مقالہ اجمالی حیثیت رکھتا ہے اس مقالے کے

جماعت کے ادیبوں نے اپنی اس مذہبی ادب و شعر کے فروغ میں کافی عرق ریزی کی ہے۔ اس ادبی جدوجہد کے نتیجہ میں اس جماعت کے بعض ادیب اکثر وجودت میں اور بعض جوہر عربیت میں اپنے سابقین پر فوقیت لے گئے ہیں۔

جناب معصومی کے مقالہ کی یہ کمی پوری کرنے کے لئے ان کے مضمون کی تذیل کی حیثیت سے ہندوستان کے ان چند عربی کے شاعروں کا اجمالی طور سے ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے جن کا تعلق اس اہم جماعت سے ہے اور جن کا ذکر معصومی صاحب نے نہیں فرمایا ہے۔

علامہ مفتی میر محمد عباس صاحب

اس سلسلے میں سب سے پہلا نام مفتی میر عباس صاحب المتوفی ۱۳۰۶ھ کا آتا ہے وہ ایک زبردست فقیہ و متکلم ہونے کے ساتھ فارسی و عربی کے فقیہ المثل شاعر تھے۔

ان کا عربی دیوان رطب العرب کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور وہ بھی آزاد بلگرامی کے دیوان سے زیادہ وسیع ہے۔ اس کے علاوہ جناب مرحوم کے کثیر التعداد مستقل منظومے عربی میں ہیں۔ ان میں ایک منظومہ ”الجناس الجناس“ ہے جو کئی ہزار عربی اشعار پر مشتمل ہے۔ اس منظومے میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر شعر میں کسی نہ کسی قسم کی تجنیس موجود ہے۔ جناب مفتی صاحب نے تیرہویں صدی کے درمیان سے موجودہ صدی کی ابتداء تک نصف قرن سے زیادہ زمانہ دوسرے علوم میں اشتغال کے ساتھ ساتھ عربی ادب و شعر کی خدمت میں صرف کیا ہے۔ جناب مرحوم نے نہ صرف خود عربی شاعری کی ہے، بلکہ عربی کے بہت سے ادباء و شعراء کی تربیت بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ شاہ محمد سلیمان پھلواری صاحب اور مولانا محمد عین القضاة صاحب لکھنوی نے عربی

ادب آپ ہی سے حاصل کیا تھا۔

مفتی صاحب کا ایک قصیدہ ہے ”بائے فنائیہ“ اس میں قبر اور قبر میں دفن ہونے والوں کا عبرت خیز اور اثر انگیز نقشہ شعر کی زبان میں کھینچا گیا ہے۔

اَتَتْنَا مَنَایَا نَا عَلٰی حَبْنِ غَفَلَةٍ
وَقَدْ طَالَمَا كُنَّا نَحْضُ وَنَلْعَبُ
فَقِيلَ لَنَا قُومُوا سِرَاعًا وَسَافِرُوا
فَسِرْنَا وَمَا غَبَرَ الْجَنَائِزِ مَرْكَبُ
فَسَارُوا بِنَا سِيرًا اِلٰی دَارٍ وَحْشَةٍ
وَزَلَمَایِ مَا فِیْهَا سِرَاجٌ وَكَوْكَبُ
عَلٰی سَطْحِهَا بُولُ الْكِلَابِ وَخَزُوْهَا
وَفِیْ جَوْفِهَا نَمْلٌ وَ دُوْدٌ وَ عَقْرَبُ
وَ كَمَ ذَاتِ خَضِرٍ صَامِرٍ تَحْتَ صَخْرَةٍ
لَهَا اَغْنِیْنِ سُوْدٌ وَ كَفٌّ مُخْطَبُ
وَ كَمَ مِنْ طَرِیِّ الْجِسْمِ اَصْبَحَ جَنْفَةً
وَقَدْ كَانَ فِیْ شَمِّ الرِّیَا حَبْنٌ یَزْعَبُ

عربی شعر کی پرکھ کی جنھیں نظر حاصل ہے وہ اشعار مندرجہ بالا سے اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ جناب مفتی صاحب کو عربی زبان اور اس کے اسالیب بیان پر کس قدر دسترس حاصل تھی اور وہ اپنے خیالات کو شعریت کی زبان میں کتنے سلیس اور مؤثر طریقے سے ادا کر سکتے تھے۔ ایک دوسرے موقع کے اشعار ہیں۔

یَا غَفَلَتِیْ عَنْ مَبْعَثِیْ بِتَغْیْرِ الْاَحْوَالِ
فَرَدًّا ذَلِیْلًا حَائِرًا، مُتَحَمِّلًا الْاَثْقَالَ
مُتَحَبِّرًا یَتَطَاوَرُ، لِصَحَائِفِ الْاَعْمَالِ
مُتَوَقِّفًا بِمَوَاقِفٍ، فِیْهَا عَظِیْمُ سَوَالِ

مَتَوَحِّشًا مَتَحَوِّفًا، مِنْ شِدَّةِ الْأَهْوَالِ
بِسَلَّاسِلٍ وَمَقَامِعٍ، وَمَوَاضِعٍ نَكَالٍ
وَجَهَنَّمَ نِيرَانُهَا، سَوْدٌ كَقَطْعِ لَيَالٍ
وَشَدَائِدٌ لَيْسَتْ تَقُومُ بِهِنَّ شُمُ جِبَالٍ
مفتی صاحب کے یہاں زبان کی روانی وسلاست اور
بیان کی عذوبت وحلاوت کا یہ عام انداز ہے۔ اہل زبان نے
ان کی اس خصوصیت کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا سید محمد مہدی صاحب ادیب

مصطفیٰ آبادی المتوفی ۱۳۱۷ھ

جناب مفتی صاحب کے تلامذہ میں مولانا سید محمد مہدی
ادیب فرد فرید تھے جنہوں نے دوسرے تمام علوم سے الگ
ہو کر اپنے کو صرف عربی ادب کی خدمت کے لئے وقف کر دیا
تھا۔ کثرت مشق اور صحت ذوق نے آپ کے کلام میں عربیت کا
جو ہر خاص طور سے نکھار دیا تھا۔ آپ کا کلام بھی شائع ہو چکا
ہے۔ آپ کی نظم و نثر کا ایک مجموعہ ”کواکب دریہ“ ہے جو اب
سے کچھ پہلے مشہور مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ کے ادبی نصاب میں بھی
داخل تھا۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک دیوان عربی بھی ہے۔
آپ اکثر علی سبیل الارتجال (فی البدیہہ) کہتے تھے
آپ کی علی سبیل الارتجال کہی ہوئی ایک نظم کے چند شعر بطور
نموذج پیش کئے جاتے ہیں۔

هَيَامٌ يَبْغِضُ الْأَكْرَمِينَ الْأَمَاجِدِ
وَأَنَا لِمَرْمُوزٍ مَجْرٍ التَّبَاعِدِ
أَلَا أَيُّهَا الدَّهْرُ الْمَشْتِ تَرَكْتَنِي
كَلْخَمٍ عَلَى وَصْمٍ مَجْدِ الشَّدَائِدِ
أَنْحَتْ عَلَيْنَا كُلُّكَ الْبَيْنِ وَالنَّوَى
فَصِرْتُ كَبْغُضِ الذَّرِّ تَحْتَ الْجَلَامِدِ

أَكُنْهُمْ حُبًّا وَالتَّمْلُلُ فَاضِحِي
وَتِلْكَ دُمُوعُ الْعَيْنِ بَغْضُ الشَّوَاهِدِ
وَلَسْتُ أَبَالِي بَعْدَ مَا فُزْتُ مَقْصِدِي
فِرَاقِ طَبِيبِي أَوْ قِيَامِ الْعَوَائِدِ
وَكُنْتُ إِذَا انْ مَعْتَهُ لَا يَزِدْنِي
وَقُورُ الْعَوَالِي أَوْ عَصَاؤُ الْأَسَاوِدِ

مولانا سید محمد باقر صاحب مرحوم

سابق پرنسپل جامعہ سلطانیہ لکھنؤ

المتوفی ۱۹۳۸ء

مفتی میر عباس کے بعد سے اس وقت تک ہر طبقہ پر نظر
ڈالنے سے یہ واضح طور پر محسوس ہو جاتا ہے کہ عجمیت اور
ہندیت سے ہندوستان میں عربی کلام کے پاک کرنے کا کام
مفتی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے شروع کیا تھا جو برابر ترقی کرتا
گیا چنانچہ مولانا محمد مہدی کے بعد جو طبقہ نظر آتا ہے اس میں
سے اکثر کے کلام میں خالص عربیت کا لطف بہت زیادہ موجود
ہے جیسے مرحوم مولانا سید محمد باقر بن مولانا سید ابوالحسن کشمیری
جناب مدوح کے ایک قصیدے کے چند شعر ذیل میں درج
کئے جاتے ہیں۔ ان سے اس کا ذیل کے اشعار سے اندازہ
ہوگا کہ قادر الکلام شاعر نے ان اشعار کے پیمانوں میں خالص
عربیت کی مے کہنے کس لطف سے بھری ہے۔

حَنَانِيكَ لَا تَسْتَلِ رُسُومَ الْمَنَازِلِ
أَبَتْ ضَمُّهَا رَجَعَ الْجَوَابِ لِسَائِلِ
تَضَامُنٌ حَتَّى لَا يُجِبْنَ مُتَيِّمًا
وَأَنْ مَاتَ وَجَدًا بَيْنَ تِلْكَ الْجَنَادِلِ
وَفَآهِي لُورِدَتِ جَوَابِ لِمَذْنِفِ
بِشَافِيَةٍ مِنْهُ وَجَيْبِ الْبَلَابِلِ

اسی تشبیب کے چند شعر اور سنئے:

رَوَيْدُكَ مَنْ يَسْتَأْذِنُ طُلُوعاً دَوَارِيسًا
مَحَاها الْبَلْبَى يَحْضُلُ عَلَى غَيْرِ طَائِلِ
وَلَوْ كَلَّمْتُ يَوْمًا رُبْعَةً تَكَلَّمْتُ
مَنَازِلَ طِفٍّ يَأْلَهَا مِنْ مَنَازِلِ
مَنَازِلَ قُدْسٍ طَيِّبِ اللَّهِ تَرْبَهَا
وَقَدَسَهَا مِنْ كُلِّ رَجْسٍ وَبَاطِلِ
مُنَاحٍ لَوَافِدٍ وَحَصِّ لِحَائِفِ
مُطَافٍ لِحَجَاجٍ وَرِيٍّ لِنَاهِلِ
وَرَوْضٍ لِدَيْ لُبٍّ وَقَائٍ لِطَامِي
وَبَزِيٍّ لِدَيْ سَقَمٍ وَكَنْزٍ لِعَائِلِ
سَلَامٍ عَلَى تِلْكَ الزُّبُوعِ وَأَهْلِهَا
سَلَامٌ حَبِيبٍ لِلْحَبِيبِ الْمُوَاصِلِ
زُبُوعٍ مَنَى أَذْكَرَ مَقَامِي بِأَرْضِهَا
وَعَهْدِي بِأَيَّامٍ صَفَيْنِ قَلَا نِلِ
تَحَزَّكَ مِنِّي مَا أَجَنُّ مِنَ الْأَسَى
وَدَائِي دَفِينٌ فِي شَغَائِي دَاجِلِ

مولانا السید ظہور الحسنین البارہوی

المتوفى ۱۳۵۵ھ

استاذ محترم جناب مولانا السید ظہور الحسنین طیب اللہ رحمہ
سابق ڈائرکٹر مدرسہ عالیہ رامپور منطق و فلسفہ و کلام و فقہ و اصول
فقہ کے ایک زبردست دقیق النظر جید عالم تھے۔ ان علوم میں
اس شغف و کمال کے باوجود ان کا ادبی مقام بھی بہت بلند تھا۔
ان کی عربی نثر و نظم قابلِ صدر شک تھی۔ ان کا کلام اب سے
چالیس برس پہلے جب مصر میں پہنچا ہے تو وہاں کے ادیبوں نے
اسے بہت پسند کیا تھا۔ تعلیم کے سلسلے سے جب میرا قیام رامپور

میں تھا اور جناب مرحوم سے دیوانِ حسانِ رسائل اور شرح مطالع
وغیرہ پڑھتا تھا تو اس زمانے میں جناب مرحوم کی عربی شعر گوئی
کی مہارت کا مشاہدہ کا اتفاق ہوا ہے۔ ایک ہی نشست میں ہم
لوگوں کی قائم کی ہوئی عربی کی ادبی انجمن مفتاح الادب کے
لئے اچھا خاصا قصیدہ نظم فرما دیا ہے اور ہم لوگوں کی نثر و نظم کے
کلام کی اسی نشست میں اصلاح بھی کی ہے۔

جناب مرحوم کے ایک قصیدے سے جو
سرور کائنات ﷺ کی نعت میں نظم کیا گیا ہے چند شعر نقل کئے
جارہے ہیں:

يَا غَيْنِ هَلْ طَعْنٌ يَبْضِ النَّجْدِ أَبْكَابِ
أَمْ هَجْرٌ أَغْيَدَ قَاسِيِ الْقَلْبِ أَدْمَاكِ
نَفْسِي مَحَلَّهَا وَمَعَ صَبَا بَيْتِهَا
حَتَّى تَفِيضَ دَمًا صَرْدًا بِجَوَاكِ
مَنْ لِي بِأَخْوَى إِذَا يَزْنُو بِمُقْلَتِهِ
يُضْمِي الْقُلُوبَ بِطَرْفٍ مِنْهُ فَتَاكِ
لَحْظٌ لَهُ فَاقِدٌ يَمْضِي كَذِي شَطَبِ
يَزْدِي بِهِ كُلُّ صَبٍّ أَى إِهْلَاكِ
أَهْوَاهُ مِنْ أَهْيَفٍ قَدْ زَانَهُ حُلِّ
يَزْتَجُّ فِيهَا بَعْضُ شَبَةِ مِسْوَكِ
مَنْ أَفْرَعٍ تَلْدَغُ الْعُشَّاقَ طَرْتُهُ
لَدَغُ الْأَفَاعِيِ وَتَسْبِي صَنِيدِ أَشْرَاكِ
يَشْكُو بِحَرَى الْقَلْبِ لَا تَنْفَكُ مُضْرَمَةٌ
شَكْوَى السَّلِيمِ فَلَا يُضْغِيءُ إِلَى الشَّاكِيِ
تشبیب کے بعد مدح کی منزل یوں طے کی ہے:
مَنْ لِي بِطَيِّبَةٍ قَدْ طَابَتْ أَسْرَتُهَا
بِالطَّيِّبِ الْمُضْطَفَّرِ وَالطَّاهِرِ الزَّاكِيِ

يَا ثُرْبَةً قَدْ حَوَتْ عَلَيْهَا شَامِخَةً
مَا أَنْ يَنَالَ ذَرَاهَا فَرْغَ أَفْلَاكٍ
طَابَ الثَّرَى مِنْكَ لَمْ يَبْلُغْ تَارِجُهُ
نُوحَ الْعَبِيرِ وَأَيْنَ الْمَسْكِ مِنْ ذَاكِ
فِيكَ انْطَوَتْ مُعْجَزَاتُ لَا انْتِهَائِي لَهَا
حَتَّى اِضْمَحَلَّ هُنَا تَكْذِيبُ أَفَاكِ
بَلْ انْطَوَتْ فِيكَ أَسْرَارُ دَقَائِقِهَا
لَيْسَتْ تُحْلِلُ مِنْ عَقْلِ وَادْرَاكِ
فِيكَ النَّبِيُّ لَقَدْ جَلَّتْ مَرَاتِبُهُ
ذَلَّتْ لِرُتَبَتِهِ أَعْنَاقُ أَمْلَاكِ

جناب مولانا السید ناصر حسین المتوفی ۱۳۶۱ھ

جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب اعلیٰ اللہ تعالیٰ
ایک زبردست مورخ و محدث و متکلم ہونے کے ساتھ عربی
ادب و شعر کا بہت ہی بلند ذوق رکھتے تھے۔ ان کے منظومات
میں خالص عربیت کے لطف کے ساتھ تخیلی شعریت کا نشاط بھی
بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ ان کے عربی خطبے بھی ادبیت کے لحاظ
سے بے مثل ہوتے تھے۔ جناب مرحوم کے ایک قصیدہ کے
چند شعر ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

مَالِي أَرَى لَيْلَتِي حَفَّتْ بِأَنْوَارِ
كَأَنَّهَا بِضِيَائِهَا ذَاتَ أَقْمَارِ
خُودُ حِصَانٍ مُضَانٍ شَخْصَهَا أَبَدًا
وَضَوِي غُرَّتْهَا تَبْرِيقُ أَبْصَارِ
بَانَتْ لَوَامِعُهَا حَتَّى بِهَا أُيْتُلِقَتْ
أَنْجَادُ أَرْضِ حِمَاهَا بَعْدَ أَغْوَارِ
لَا يَعْرِفُ الْحَيُّ مُمَشَاهَا وَإِنْ جَهْدُوا
إِلَّا بِطَيْبِ شِدَاهَا الْفَائِحِ السَّارِي

سَمَرَايُ فِي دَعَجٍ هَيْفَايُ فِي غُنْجِ
فَرْعَايُ فِي أَرْجِ بَيْضَايُ مِطَارِ
لُمَيَايُ فِي شَنْبِ كَالزَّاحِ مِنْ عِنَبِ
تُخَذُ وَعَلَى طَرَبِ مِنْ غَيْرِ اسْكَارِ
قصیدہ مذکور کے اس شعر:

لَا يَعْرِفُ الْحَيُّ مُمَشَاهَا وَإِنْ جَهْدُوا
کے بارے میں مصر کے ایک ادیب نے لکھا ہے کہ اگر
یہ شعرا مراء اُتیس کے دیوان میں درج کر دیا جائے تو اس کے
کلام کے ساتھ مل جائے اور امتیاز نہ ہو۔ جناب مولانا ناصر
حسین صاحب قبلہ کے جناب استاذ محترم السید ظہور الحسین
صاحب قبلہ سے تعلقات خصوصی تھے۔

ایک علمی و ادبی مطارحہ

اسی سلسلہ سے ایک مرتبہ جناب مولانا السید ظہور الحسین
صاحب نے جناب ناصر الملتہ کے پاس حقیقت نفس کے متعلق
ایک قطعہ بطور ”اجبیہ“ (معجمی) لکھ کر بھیجا، جناب ناصر الملتہ
نے اس کا جواب اسی ردیف و قافیہ میں اور پھر جناب
ظہور الملتہ نے اس کا جواب الجواب لکھا ہے۔

زبان و معنی کے لحاظ سے یہ مطارحہ خاص چیز ہے۔ ان
قطعات کے ادھر سے ادھر چند شعر ذیل میں بطور نمونہ درج
کئے جا رہے ہیں۔

جناب مولانا السید ظہور حسین صاحب کے ابتدائی قطعہ
کے چند شعر:

يَا مَنْ تَأَلَّقَى فِي بُرْجِ الْعَلَا قَمَرًا
تَزْهَوُا شِعَّةً فِي فَنَّةِ الشَّرَفِ
وَمَنْ تَصَوَّعَ وَزْدًا فِي رِيَاضِ هَدَى
يَعْتَادُهَا سَحْبُ الرِّضْوَانِ وَاللُّطْفِ

مَاذَا لِدَى مِيز الْأَشْيَاءِ أَجْمَعِهَا
وَلَمْ يَمَيِّزْهُ شَيْءٌ وَهُوَ غَيْرُ خَفِيِّ
لَوْلَاهُ مَا أَدْرَكَ الْإِنْسَانُ بَغِيَّتَهُ
وَلَمْ يَمَيِّزْ سَبِيكَ التَّيْرُ عَنْ خَزَفِ
لَوْلَاهُ مَا تَمَّ لِلرَّحْمَنِ حُجَّتُهُ
عَلَى الْبَرِيَّةِ مِنْ بَادٍ وَمُعْتَكِفِ
لَوْلَاهُ أَمْسَى أَحْسُ الْخَلْقِ الشَّرَفِ
وَأَوْسَطُ النَّهْجِ أَضْحَى وَاضِحِ الْجَنَفِ
يَبْكِي وَلَا عَيْنٌ مِنْ تَرْجٍ وَيَضْحَكُ مِنْ
فَرْحٍ وَلَا ثَغْرٌ مَنْ يَعْرِفُ بِمُعْتَرِفِ
یہ قطعہ جو بیس شعر کا ہے اور اس میں نفس کی مختلف
خصوصیتیں اسی مہم عنوان سے بیان کی گئی ہیں۔ جناب مولانا
السیدنا صرحین صاحب مرحوم نے اس کے جواب میں پچیس
اشعار پر مشتمل قطعہ لکھا، اس کے چند شعر یہ ہیں:

يَا مَنْ تَرَفَّى فُتَانُ الْفَضْلِ وَالشَّرَفِ
وَلَمْ يَجُلْ عَنْ طَلَابِ الْمَجْدِ بِالتَّرَفِ
أَنْشَأَتْ أَحْجِيَّةً رَاقَتْ مَحَاسِنُهَا
أَضَحَتْ مَحَبَّتَهُ لِلنَّفْسِ بِالْكَلْفِ
وَرَزَيْتَ سِرًّا إِلَهِيًّا بَدَا عَجَبًا
وَكَانَ مُكْتَمًا كَالدُّرِّ فِي الصَّدْفِ
مُمْنَعًا فِي ذُرَى الْعِزِّ الرَّفِيعِ فَلَا
يَخُومُ حَوْلَ حِمَاهُ طَائِفُ الْخَطْفِ
تَرْبُهُ عَطَفَاتُ الْحَقِّ فِي غُرْفِ
لَا يَنْتَفِعِي حَوْلًا عَنْ هَذِهِ الْغُرْفِ
حَطَائِرُ الْقُدْسِ كَانَتْ مِنْ مَوَاقِعِهِ
يَزُورُ فِيهَا وَيَغْدُو وَافِرَ الْعَطْفِ

مَا خَالَ قَطُّ هَوْلًا عَنِ مَنَاشِيَةِ
وَكَانَ فِي الْعَيْشِ مَأْمُونًا عَنِ الظَّلْفِ
فَبَيْنَمَا هُوَ فِي أُنْسٍ وَفِي رَعْدِ
يَزْهُو بِمُنْعَرَجٍ فِيهِ وَمُنْعَطِفِ
فَصَارَ مُنْخَفِظًا مِنْ بَعْدِ رَفْعِهِ
يَجُوبُ أَوْدِيَةَ الْأَصْلَابِ وَالنُطْفِ
وَبَاتَ مُضْطَرِبًا فِي مَارِقِ بَحْبَجِ
يَجْتَابِ أَغْشِيَةَ الْأَرْحَامِ فِي السَّدْفِ
ثُمَّ انْتَلَى نَحْوَهَا تَيْبُكَ الْمَعَاهِدِ لَا
يَرَى لَهُ مَعْرَلاً عَنْهَا لِدَى الشَّطْفِ
اس کے جواب الجواب میں جناب استاذ محترم نے آتیس
اشعار کا جو قطعہ لکھا اس کے بھی چند شعر ذیل میں درج ہیں:

يَا مَنْ تَلْتَلَأَى شَمْسًا فِي سَمَا أَدَبِ
يُدِيرُهَا رَبُّ نَوْعِ الْفَضْلِ وَالشَّرَفِ
وَمَنْ بَدَا لَوْلَا فِي جَنَدِ مَكْرَمَةِ
قَدْ رَأَتْهَا فَحَكَّتْ عَنْ لَوْلِ الصَّدْفِ



أَوْدَعَتْ شِعْرُكَ سَحْرًا إِذَا كَشَفْتَ بِهِ
مَكْنُونِ سِرِّ تَجَلَّى غَيْرَ مُنْكَشِفِ
إِنْ صَابَ سَهْمُكَ لَا غَرْوِي وَلَا عَجَبِ
هَلْ سَهْمٌ مِثْلُكَ يَخْطِئُ غَرْصَةَ الْهَدَفِ
أَضْرَزَتْ سَهْمُكَ فِي غَلَسِ الدُّجَى غَرْصًا
يَغْشَاهُ دَاجٍ مِنَ الْأَسْدَافِ وَالْغُلْفِ
مفتی سید محمد علی صاحب ابن مفتی
سید محمد عباس صاحب المتوفی ۱۳۶۰ھ
عربی ادب و شعر کے اسی سلسلہ الذہب کی ایک

نمایاں کڑی جناب مولانا مفتی سید محمد علی صاحب مرحوم ہیں۔ آپ نے ادب و شعر کا ذوق اپنے والد ماجد جناب مفتی میر عباس صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ سے وراثت میں پایا تھا۔ عربی شعر کی آپ نے بہت زیادہ خدمت کی ہے سیکڑوں قصائد اور مراثنی آپ نے لکھے ہیں اور عربی زبان کے نکات و رموز کے محرم بن کر لکھے ہیں۔

اس مقام پر ان کے ایک منظومے کے چند شعر درج کئے جا رہے ہیں جس میں انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ مجد و علا کی منزل تک رسائی مصائب و نوائب کے ہفت خواں طے کئے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ یہ خیال کوئی نیا خیال نہیں ہے تاہم قادر الکلام شاعر کی قدرت بیان نے اس اخلاقی تصور کے نقشہ میں لطیف شاعرانہ اچھوتی تشبیہوں کا رنگ بھر کر منظومہ کو لطیف ندرتوں کا مخزن بنا دیا ہے فرماتے ہیں:

وَجْهَ الْعُلَى مُسْتَبَانٍ غَيْرِ مُنْقَلَبٍ
لِكُنْهَ حَفَّ بِالْآلَامِ وَالْكَرْبِ
وَالَمْ جَدَّ اَبْسَتْهُ مَا كَادَ يَخْطُبُهَا
اِلَّا الَّذِي خَاصَّ فِي الْاُخْوَالِ وَالتَّوْبِ
هُوَ الْمَدَامُ وَلَكِنْ لَنْ تَفُوزَ بِهَا
مِنْ قَبْلِ حَسُوْكَ رَاحَ الْوَجْدُ وَالْعَطَبِ
رَدَّ الرَّزَايَا اِذَا مَا الْمَجْدُ تَطْلُبُهُ
نَقَاطِفُ الْوُزْدِ وَشَوْكَةُ النَّصَبِ
وَلَا اُحِبُّ عِلَا رَاقَتْ مَطَارِفُهَا
قَدْ حَاكَهَا يَدُ اُمِّ اَوْ بَنَانِ اَبِ
وَاِنَّمَا الْمَجْدُ مَجْدُ اَنْتَ كَاسِبُهُ
بَسِيفِ جَدِّكَ مَهْرٍ يَقَادِمُ لِلْعَبِ

اس منظومہ پر نظر کرنے سے اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے

کہ عربی شعر ہندوستان میں صرف تغزل و تشبیب یا مدحیہ شاعری میں منحصر نہیں رہا ہے بلکہ اس میں اخلاقیات و اجتماعیات وغیرہ کے پہلوؤں پر بھی توجہ کی گئی ہے۔

مفتی سید احمد علی صاحب ابن مفتی

میر عباس صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ

آپ مفتی میر عباس صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ہیں بالفعل لکھنؤ کے مشہور مدرسہ مشارع الشرائع (ناظمیہ) کے پرنسپل اور منتظم ہیں۔ موجودہ حالات میں مدرسہ آپ ہی کی توجہات سے قائم ہے آپ فقہ اور اصول فقہ میں مشہور ہیں لیکن عربی شعر و ادب میں بھی آپ کا ذوق معیاری ہے۔ آپ کی ایک نظم کے چند شعر دستیاب ہو سکے ہیں انھیں ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

فَوَدَّ غُنْهََا وَالْدَمْعُ يَجْرِي صَبَابَةً
رَفَقْنَا مَا بَيْنَ بَاكِ وَسَاكِتِ
اِلَى اَنْ تَوَلَّتْ وَالْخَرَائِدُ حَوْلَهَا
وَلَمَّا رَكِبْنَ الْعَيْسَ فَالْعَيْنُ جَارَتْ

مولانا سید نجم الحسن امر و هو المتوفى

۱۳۶۰ھ

مولانا سید نجم الحسن صاحب جناب مفتی میر عباس صاحب کے داماد تھے آپ کے دینی و علمی فیوض اب تک اقطاع ہند میں جاری و ساری ہیں۔ مدرسہ مشارع الشرائع لکھنؤ کے آپ سابق پرنسپل تھے۔ مدرسہ عالیہ رامپور کے سابق ڈائریکٹر مدرسہ الواعظین لکھنؤ کے بانی علوم دین کے ماہر ہونے کے ساتھ عربی فارسی کے ادب و شعر پر بھی انھیں دسترس حاصل تھی ان کے ایک طولانی قصیدے کے چند شعر ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:

بَالَيْلَةً أَزْرَثَ بِشَمْسٍ نَهَارٍ
فَأَصَائِتِ الْإِفْطَارِ بِالْأَنْوَارِ
هِيَ لَيْلَةٌ لَمَّا آتَى فِي مِثْلِهَا
فِتْنَةُ الطَّعَاةِ الْفَجَرَةِ الْأَشْرَارِ
نَحْوُ النَّبِيِّ وَأَزْمَعُوا أَنْ يَقْتُلُوا
بِقَاصِبٍ أَوْ صَارِمٍ بَنَارِ
يَتَّبِعُوا عَلَيْهِ إِذَا يَنَامُ وَيُطْفِئُوا
نُورَ الْهُدَى بِقَوَاصِفِ الْأَغْصَارِ
أَمَرَ الْوَصِيَّ فَتَنَّمَ فَوْقَ فِرَاشِهِ
مُتَّعِطِيًّا وَالْجُنْدَ حَوْلَ الدَّارِ
قَدْ بَاتَ لِيُشْرِئَ نَفْسَهُ ثُمَّ اشْتَرَى
نِعَمَ الرِّضَا أَكْرَمَ بِهَذَا الشَّارِئِ
قَدْ بَاتَ كَاللَّيْلِ الْمَلْبَدِ آمِنًا
وَالْقَوْمُ مُحْدِقَةٌ كَذِبٍ ضَارِ

خطیب اعظم مولانا السید سبط حسن

فاطر الجائسی المتوفی ۱۳۵۲ھ

جناب مولانا السید سبط حسن مرحوم اپنے عصر کے بہت بڑے خوش بیان ذکر تھے آپ کی شیوا بیانی کا ہر خاص و عام لوہا مانے ہوئے تھا۔ آپ جناب مولانا نجم الحسن علی اللہ مقامہ اور جناب مولانا السید باقر صاحب مرحوم کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ایک جید الاستعداد فاضل ہونے کے ساتھ آپ کا ادبی ذوق قابلِ صدر رشک تھا۔ فارسی، عربی، اردو، تینوں زبانوں کی شاعری میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔

جناب مولانا سید باقر صاحب مرحوم کے سانچہ ارتحال سے متاثر ہو کر آپ نے جو مرثیہ لکھا ہے وہ اپنے اسلوب عربیت اور دلی جذبات کی موثر محاکات کے لحاظ سے بے نظیر

ہے اس مرثیہ کے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

قِيلَ اصْبِرُوا فَالَصَّبْرُ فِيهِ جَمِيلُ
قُلْنَا وَلَكِنَّ الْمَصَابَ جَلِيلُ
قَالُوا لَمْ يَفْرَغْ لِسَمْعِكَ فَضْلُهُ
قُلْنَا بَلَى لَكِنْ لَهُ تَأْوِيلُ
قَالُوا إِلَى كَمْ تَضْطَلُونَ بِنَارِهِ
قُلْنَا وَلَا يَنْسَى الْخَلِيلَ خَلِيلُ
قَالُوا لَيْسَ لَكُمْ سِوَاهَا قِبْلَةٌ
قُلْنَا إِلَيْكُمْ مَالَهَا تَحْوِيلُ
قَالُوا لَا تُزَقَّيْ دُمُوعُ غُيُونِكُمْ
قُلْنَا وَكَيْفَ إِذْ الْخُدُودُ مُسِيلُ
قَالُوا أَلَيْسَ لِدَى الرَّيْنِ هَوَادَةٌ
قُلْنَا وَمَنْ بَعْدَ الرَّيْنِ غَوِيلُ
قَالُوا عَزَّيْكُمْ رَجْفَةً فَتَشْتَتُوا
قُلْنَا هُ كَيْفَ إِذَا الْجِبَالُ تُهِيلُ
قَالُوا مَا الْإِضْبَاحُ مِنْ لَيَالِيَاتِكُمْ
قُلْنَا وَتَذَكَّازُ اللَّيْلِ طَوِيلُ
قَالُوا سَلَوْتُمْ قَبْلَهُ عَنْ فَائِتِ
قُلْنَا إِذَا مَا نَابَ عَنْهُ بَدِيلُ
لَكِنَّهُ مَيِّتٌ فَقَدْ نَاشِخَصَهُ
وَنَظِيرُهُ فَاسْتَضَعَبَ التَّمْثِيلُ

یہ پورا مرثیہ آمد کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں آورد کا کہیں سے بھی نشان نہیں ملتا۔ جناب مرحوم کے ایک قصیدے کی تشبیب کا ایک شعر اس وقت مجھے یاد آ رہا ہے جس کی حلاوت مجبور کر رہی ہے کہ یہاں اسے درج کر دیا جائے۔

وَقَرَطَانِ جَوَّالَانِ كَالْقَلْبِ خَافِقًا

كَنْجَمَيْنِ بِالْبَذْرِ التَّمَامِ تَعْلَقًا

”محبوبہ کے کانوں کے دونوں گوشوارے ایسے حرکت کر رہے ہیں جیسے وہ عاشق کا دل ہوں جو حرکت کر رہا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو ستارے ہیں جو چودھویں رات کے چاند میں آویزاں ہیں۔“

اس شعر کی جس لطیف تشبیہ پر بنیاد ہے اس کی داد نہیں دی جاسکتی۔ عربی میں ”خفق“ کا لفظ اضطراب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے قلب کے اضطراب کے لئے بھی اور ستارے کی جھللاہٹ کے لئے بھی (ماخفق نجم وغرب) گوشواروں کو دل کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے خافقاً کا لفظ استعمال کیا۔ جس سے ذہن فوراً ستارے کی طرف منتقل ہو گیا۔ گوشوارے کو ”قلب خافق“ سے تشبیہ دے کر معشوق و عاشق کے باہمی ارتباط کی طرف بھی لطیف اشارہ کر دیا۔ ادھر گوشوارے کانوں میں ملتے ہیں اور ادھر عاشق کا دل ڈانواں ڈول ہے، یا بیتابی سے دھڑکنے لگتا ہے یہ پہلی تشبیہ مفرد تھی اب تشبیہ مرکب کے تیور ملاحظہ ہوں ع

كَنْجَمَيْنِ بِالْبَذْرِ التَّمَامِ تَعْلَقًا

چاند سا چہرہ اور اس میں گوشواروں کی آویزش معلوم ہوتا ہے۔ دو ستارے ہیں جو ماہ کامل میں آویزاں ہیں۔ مکمل تشبیہ کی اس سے خوبصورت مثال اور کیا ہوگی۔

مولانا السید شبیر حسین جو نیپوری اعلیٰ

اللہ مقامہ

مولانا السید شبیر حسین مرحوم سابق مدرس اعلیٰ وثیقہ اسکول فیض آباد بھی اسی ادبی دائرے کے ایک درخشاں فرد تھے، ان کے متعلق ادبائے عصر نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہ

قدیم و جدید کے درمیان حلقۂ اتصال تھے۔ جناب مرحوم کا عربی میں بسیط دیوان موجود ہے۔ وہ پرگو بھی تھے اور نغز گو بھی، ان کا ایک ”موثعہ“ عربی ”مجلۃ الرضوان“ لکھنؤ میں شائع ہوا تھا۔ بالکل ”اندیسہ“ معلوم ہوتا ہے اس کے ابتدائی تین چار دور ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

سَلَبَ الْخُبِّ عَنْ فُؤَادِي قَرَارًا

وَعَنِ الْعَيْنِ رَقْدَةً وَغَوَّارًا

وَعَنِ الْوَجْهِ نُصْرَةً وَاحْمِرَارًا

وَكَسَاهُ مَسَائِيَّةً وَاضْفَرَارًا

اِسْتَجَارَ الْجُزْئِي بِهِ فَاجَارًا

مَا بِهِ غَيْرُ خُرْقَةٍ وَلَهْيَبٍ

وَدُ حَيْبٍ يَزِيدُ فَوْقَ حَيْبٍ

يَتَشَكَّى وَمَالَهُ مِنْ مُجِيبٍ

غَيْرُ دَمْعٍ عَلَى الدَّوَامِ سَكِيبٍ

وَرَفِيرٍ فِيهِ يُوجَّحُ نَارًا

بَاتَ يَبْكِي مَسَاوِرًا نَوْجَرًا

مُسْتَهَامًا عَلَى فُرَشِ هُمُومٍ

شَارِبًا فِي التَّوَي كُنُوسَ غُمُومٍ

وَالْخَلِيُونَ فِي كَرَاهِمِ سَكَارَى

يَتَلَقَّى الْفُؤَادُ وَجْدًا وَخَرًا

وَتَسِيلُ الدَّمُوعُ نَظْمًا وَنَثْرًا

يَا عَوَاذِلِي عَنِ الْمَلَامَةِ صَبْرًا

وَارْفَقْنِ وَأَرْفَقْنِ وَتَزَرَا فَنَزَرًا

جناب مولانا السید عالم حسین مرحوم

جناب مولانا السید عالم حسین مرحوم جامعہ سلطانیہ لکھنؤ میں عربی ادب کے مدرس اعلیٰ تھے۔ آپ کو عربی ادب و شعر

سے خاص لگاؤ تھا۔ آپ مسلسل عربی میں قصیدے لکھتے رہے۔ آپ کے اشعار سے آپ کی عربی زبان میں مہارت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ چند شعر ایک قصیدے سے ذیل میں نقل کئے جا رہے ہیں۔

أَنْخَبَ بِنَابِ الْغَوَافِي الْمَطْيِ
أَيَا نَفْسٍ قَدْ جُنْتُ شَيْئًا فَرِيَا
فَمَا لَكَ وَالْعِشْقُ بِالْغَانِيَاتِ
كَأَنَّكَ صَاخِبَتِ مِزَاءً غَوِيًّا
إِذْ أَنْكَ شَاهَدْتَ أَهْلَ الْهَوَى
بِنَابِ الدِّي سَجْدًا وَبُكْيَا
أَوْ أَنْكَ عَانَيْتِ ضَلِيلَهُمْ
يَطُوفُ بِهِ بَكْرَةٌ وَعَشِيًّا
فَطَوْرًا تَقُولُ أَفَاطِمُ مَهَلًا
وَطَوْرًا تَقُولُ أَهْجَرِينَ مَلِيًّا

اس حقیقت کا اظہار یہاں شاید بے محل نہ ہو کہ لکھنؤ کے علمی اداروں سے وابستہ بیشتر نمایاں شیعہ علماء عربی ادب و شعر کا نہایت صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ اس زمانے میں علماء کے دامن کمال کے لئے یہ ایک داغ سمجھا جاتا تھا کہ وہ عربی میں نظم و نثر لکھ سکنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی نگرانی میں عربی شعر و شاعری کے برابر اجتماع ہوتے تھے ان میں ان ارباب فضل و کمال کا کلام پڑھا جاتا تھا اور ان کے خرمین علم سے خوشہ چینی کرنے والے دوسرے مستعد طلبہ بھی اپنا کلام سناتے تھے۔ اس سے عربی نظم کے ذوق میں خاصی ترقی ہوتی تھی۔ لکھنؤ کے قیام کے زمانے میں مجھے خود ان محافل ادب میں شرکت کا اکثر اتفاق ہوا ہے اور شعر عرب کے روشن جواہر سے ذوق نے ضیاء حاصل کی ہے۔

مدرسہ مشارع الشرائع (ناظمیہ) کے چشمہ سے فیضیاب ہونے والے دجلیل القدر مرحوم ادیبوں کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ ان میں سے ایک تو ہیں مولانا السید محمد ہارون صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ آپ کی عربی اور اردو میں علمی تصنیفات موجود ہیں۔ آپ کا پایہ عربی نظم و نثر میں بلند تھا۔ لیکن آپ کا کلام بالفعل دستیاب نہ ہو سکا، دوسری گرامی قدر ہستی ہے جناب مولانا السید محمد خلف مولانا السید نجم الحسن صاحب مرحوم کی۔ آپ کا انتقال ۲۲ برس کے سن میں ۱۹۲۷ء میں ہوا ہے چونکہ آپ مفتی میر عباس صاحب کے نواسے تھے اس لئے اس مناسبت سے آپ کے چند اشعار تاریخ عباس مؤلفہ جناب عزیز لکھنوی مرحوم میں درج کئے گئے ہیں۔

انھیں میں سے تین شعر نقل کئے جا رہے ہیں۔
أَبِي سَيِّدِي نَجْمُ الْحَسَنِ خَيْرُ سَيِّدِ
بِهِ يَقْتَدِي الْأَنْوَارِ وَالْتَّجْمُ يَهْتَدِي
وَجَدِي مَنْ كَانَ الشُّمُورُ سَمِيرَهُ
يَسَائِرُهُ أَلَنِي يَزُورُحُ وَيَهْتَدِي
مُحَمَّدُ الْعَبَّاسُ قَدْ كَانَ إِسْمُهُ
وَيَدْعِي بِمُفْتِي الشَّرْعِ شَرْعُ مُحَمَّدٍ

مولانا سید محمد صاحب مرحوم کے ایک چھوٹے بھائی تھے جناب مولانا سید محمد کاظم صاحب آپ کا بھی عین عالم شباب میں انتقال ہوا ہے۔ آپ کو بھی عربی شعر و ادب کا خاص ذوق تھا۔ آپ کے قصیدے کا ایک مشہور مطلع ہے۔

أَرَاكَ تُخْفِي هَوَى سَلْمَى وَتَضْطَبِرُ
وَالذَّمْعُ يَطْلُهُ صَافِي الْقَلْبِ مُسْتَقِرُّ

ان بزرگواروں کے علاوہ زنگی پور، پارہ، نونہرہ (ضلع غازی پور) بھیک پور (چھپرا) پٹنہ اور امر وہے وغیرہ میں ایسے

اکثر علماء تھے جنہیں عربی نظم کا بہت اچھا سلیقہ تھا۔ مثلاً مولوی سید نظیر حسین صاحب مرحوم بھیک پوری، مولوی سید مظہر علی مرحوم ”اردو کے مشہور شاعر جمیل مظہری کے جد امجد“ مولانا سید محمد یوسف مرحوم زنگی پوری، مولانا سید اصغر حسین مرحوم، مولانا شیخ فدا حسین بسوانی مرحوم۔ ان میں سے بعض حضرات کا کلام طبع بھی ہو چکا ہے مگر اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے۔ اس لئے اقتباس پیش کرنے سے معذوری ہے۔

موجودہ قحط الرجال کے زمانہ میں بھی لکھنؤ بلند پایہ شیعہ ادیبوں اور شاعروں سے خالی نہیں ہے، چنانچہ سید العلماء جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ استاذ شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی اور ڈاکٹر سید جعفر حسین صاحب ایم۔ اے۔، ایل۔ ایل۔ بی۔، ڈی لٹ لکچرار کریٹشن کالج دواپسے ممتاز ادیب موجود ہیں جن کا کلام کسی طرح عرب شعراء کے کلام سے الگ محسوس نہیں کیا جاسکتا۔

جناب ڈاکٹر سید جعفر حسین نے استاذ مرحوم کے انتقال پر جو مرثیہ لکھا ہے، اس کے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ان سے اس امر کا اندازہ ہوگا کہ ہمارے اس گوشہ نشین غیر شہرت پسند ادیب تبصر کی عربی شاعری کا پایہ دوسرے علوم و فنون میں کمال کے ساتھ کس قدر عالی ہے۔

نَوَائِبُ الدَّهْرِ قَدْ جَاشَتْ أَوَارِئُهَا
يَا لَيْتَهَا انْصَرَفَ عَمَّنْ يَقَاسِبُهَا
وَهَلْ بَدِيعُ مِنَ الْآيَامِ مَا فَعَلَتْ
وَبِالْفَوَاحِ قَدِمًا سَأَلَ وَادِئَهَا
فَرُبَّ رَاتِعَةٍ فِي رَوْضِهَا عَبَثَتْ
بِهَا الدِّيَابُ إِذَا مَا غَابَ رَاعِيَهَا

أَنَّ الْكَوَاكِبَ لَا تَنْفَكُ سَاهِرَةً
تُمْسِي عَلَى حَدَرٍ مِنْهَا ذُرَارِئُهَا
إِنَّ الْمَنِيَّةَ لَا تُبْقِي عَلَى أَحَدٍ
يَبْرئُ السَّهَامَ لِكُلِّ الْخَلْقِ رَامِيَهَا
نواب دہر کی دست درازیوں کی مختلف پراثر عنوانوں سے تصویر کھینچنے کے بعد قادر الکلام شاعر نے یوں اصل مطلب کی طرف رجوع کیا ہے۔

لَكِنَّ مَوْتَ فَقِيهِهِ عَالِمٍ عِلْمٍ
أَشَدَّ وَقَعًا عَلَيْنَا فِي دَوَا هِنِيهَا
بِمَا التَّعَلُّلُ فِي الدُّنْيَا لِسَاكِئِهَا
إِذَا خَلَا مِنْ رَئِيسِ الْقَوْمِ نَادِيَهَا
خَلِيفٌ مَخْدٍ نَقَى الْعُرْضَ مَجْتَهِدُ
جُلُسِ الثَّقَى ذُو الْمَعَالِي الْبَيْضِ حَالِيهَا
يَا نَاعِيَا مَنْ نَمَا فِي جَبْرِ مَكْرَمَةٍ
أَأَنْتَ تَنْعَاهُ لِي دَامَ أَنْتَ نَاعِيَهَا
مَا زَالَ صَاحِبُ أَخْلَاقٍ مُعْطَرَةً
كَمَا نَصَاحِبُ الْفَاطَا مَعَانِيَهَا

جزیل الفاظ اور نکسالی محاورات میں ڈوبا ہوا جناب ڈاکٹر صاحب کا اسلوب بیان ان کے عرائس سخن کو خالص عربی شعراء کے نبات افکار کے پہلو میں جگہ دے دیتا ہے۔

ان کی عربی شاعری کا یہ عمومی رنگ ہے ان کی پاکیزہ تخیل خالص عربی الفاظ و محاورات کے دلپسند سانچوں میں حسن سے ڈھلتی چلی جاتی ہے ع

ابن سعادت بزور بازو نیست
مقدم الذکر جناب مولانا السید علی نقی صاحب نے اپنی عربی شاعری میں ”ادب عصری“ کی خصوصیتیں بھی خوبی سے

سموئی ہیں۔ آپ کا کلام مصر کے مجلات میں ممتاز عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔ آپ کی ایک نظم ہے ”سخن و قلم التاريخ“ اس کی تخیل کا خط پورے طور سے عصری ہے۔ اس نظم میں شاعر نے ان چیزوں کا ذکر جو تاریخ کے ممتاز عنوانات بتائے گئے ہیں۔ ایسے لہجہ میں کیا ہے جس سے ان کا کھوکھلا پن بڑے لطف سے نمایاں ہو جاتا ہے۔ عذوبتِ اسلوب اور سلاست بیان سبحان اللہ۔

فِي عَصْرِ التَّسَابِقِ لِلْعُلَى
مَاذَا يَخْطُ عَلَى أَسْسِنَا تَارِيخُ
نَوْمٍ عَمِيقٍ وَالتَّشَائِ دَائِمُ
وَعَلَى الْمَذَلَّةِ وَالْهَوَانِ رُضُوخُ
وَتَحَاذُلُ وَتَدَابُرُ وَتَقَاطِعُ
وَبَغِيرٍ فَخْرٍ فِي الْأَنْوْفِ شُمُوخُ
قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ وَدَعْوَى كُلِّهَا
جَوْفَاءَ لَكِنْ شَتَّىهَا مَنْفُوخُ
نَتَعَهَّدُ التَّدَكَارَ عَنْ عَيْشٍ مَطْى
وَقَدِيمٍ عَهْدٍ شَرْعُهُ مَنْسُوخُ
فَدَعَا وَاك الْعَهْدِ طَبَقًا سَارِيًا
أَضْحَى وَجَنَحَ ظِلَامِهِ مَسْلُوخُ

آپ کا ایک لطیف قطعہ ہے جس کا عنوان ہے ”تاثرات الجمل“

مَا لِي لَا دَانِسٍ قَدْ بَرَزَنَ سَوَافِرَا
بِشَوَارِعَ مِنْ جَمْعِهَا تَكْتَضُ
أَصْبَحَ يَنْثُرُنَ الْجَمَالَ سَمَاحَهُ
فَحُسْنُهُنَّ لِكُلِّ طَرْفٍ حَظُّ

یہ قطعہ مصر کے ”مجلد الجامعہ“ میں شائع ہوا ہے۔ فاضل

مدیر کے اس نوٹ کے ساتھ
انه ليسبك بايداعه في قافية
صعبة دوزن اصعب مع الامعان
في الترصيف وتخير الالفاظ ذات الجرس
الحلو۔

اس قطعہ میں سخت قافیہ اور اس سے سخت تر وزن کی پابندی کے ساتھ نظم کے استحکام اور شریں ترنم کے مالک الفاظ کے انتخاب میں اہتمام ملحوظ رکھتے ہوئے جو ندرت آفرینی کی گئی ہے وہ پڑھنے والے کو مسحور بنائے بغیر نہیں رہ سکتی۔
کوسٹ کے زلزلہ کے بارے میں بھی آپ نے کئی قطعے لکھے، جو کافی عبرت انگیز و اثر خیز ہیں۔

بِ (كُؤْطَة) وَالْأَنَامِ بِهَانِيَامِ
وَعَيْشِ النَّائِمِينَ بِهَا رَحَائِ
تَزَلَّزَلَتِ الْبِلَادُ بِسَاكِينِهَا
فَهَدَمَتِ الْمَسَاكِينَ وَالْبَنَائِ
وَوَظَلَ الْهَاجِعُونَ بِطَيْبِ نَوْمِ
عَدَى الْآيَامِ لَيْسَ لَهُ انْقِصَائِ
لَقَدْ عَمِثَتْ بِطُونُ الْأَرْضِ مِنْهُمْ
وَذَلِكَ ظَهَرَهَا مِنْهُمْ خَلَائِ

اس کے علاوہ آپ کی فلسطین کے بارے میں جو گراں بہا نظم ہے وہ مصر کے متعدد رسالوں نے نقل کی ہے اور اس پر بسیط نوٹ لکھے ہیں۔

اس مضمون کے خاتمہ پر اور ادیبوں کا ذکر جو ابھی بفضلہ تعالیٰ اپنے طول عمر کے باوجود بقید حیات ہیں ضروری محسوس ہوتا ہے۔

ان میں سے ایک تو ہیں خان بہادر مہدی حسن صاحب۔

اس ذات گرامی سے لکھنؤ کی دنیا بالعموم اور ہندوستان کی شیعہ دنیا بالخصوص واقف ہے، مگر اس حیثیت سے نہیں کہ وہ ادیب ہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ ایک مدیر ہیں، ایک سیاست داں ہیں اور ایک خاص رنگ کے سیاست داں جناب مدوح کو اپنے ابتدائی دور میں عربی شعر و ادب سے اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ اور آپ سید محمد مہدی ادیب کے حلقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی نظم کا یہ انداز تھا

طَالَ الْعَنَا فَهَلْ مِنْ رَاحِمٍ آسٍ
يَشْفِي شِقَامِي وَيُطْفِئُ حَرَّ أَنْفَاسِي
يُطْفِئُ نَوَائِبَ قَلْبٍ غَالَهُ شَجَنُ
مِنْ طُولِ عَهْدِ النَّوَى عَنْ أَهْلِ إِنْسَانِ
فَزَعَائٍ مِنْ هَجْرِهَا فَار تَاجِجٍ
فِي قَلْبِي وَلَا حَ سَنَاهُ عِنْدَ وَسْوَاسِي
أَحْسَنُ بِهَا مِنْ رَشَاقِ الْقَدِّ كَاعِبَةٍ
زَالَتْ بِزُورِثِهَا أَخْلَامُ اكْتِيَّاسِ
كَرِيمَةِ الْحَيِّ لَا يُزْجِي زِيَارَتِهَا
مَمْنُوعَةُ الطَّنِيفِ قَدْ خَفَّتْ بِأَخْرَاسِ

دوسرے ادیب ہیں مولانا السید اشرف حسین عرف نواب جان صاحب سابق مدرس مدرسہ اسلامیہ لکھنؤ تلمیذ جناب مولانا السید ظہورالحسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ، آپ بھی

عربی ادب سے خاص ذوق رکھتے ہیں۔ عربی شعر میں آپ کی مشق بھی خاصی ہے۔ آپ کا انداز سخن یہ ہے۔

غَيْبُ حَسَانٍ لِلْقُلُوبِ أَوَانِسٍ
بَيْنُ نَقِيَّاتٍ كَدْمِيهِ مَزْمَرٍ
كَيْفَ الْوُضُوءُ إِلَى حِمَى تِلْكَ اللَّحْمَى
وَذَرَاهُ أَمْنَعُ مِنْ مَعَاوِلِ قَيْصَرٍ
مِنْهُمْ غَانِيَةٌ أَصَابَكَ سَهْمُهَا
سَهْمٌ مَتَى يَرُدُّ الْحَشَالَ يُضْذَرُ
طَابَتْ سَمَائِلُهَا كَأَزْهَارِ الزُّبَى
نَفَحَتْ ذَوَائِبُهَا بِمَسْكِ أَزْفَرٍ

سطور بالا سے ہندوستان کے عربی شاعروں کے ذیل میں لکھنؤ اور اس کے طبقہ شعراء کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اور صحیح طور سے اس کا احساس کیا جاسکتا ہے اس طبقہ کی عربی شاعری کی خدمات کا ذکر کئے بغیر ہندوستان کے عربی شعراء کا موضوع بالکل ہی غیر مکمل اور تشنہ رہتا ہے۔

نوٹ۔ مقالہ ہذا میں اس طبقہ کے تمام شعراء کا ذکر نہیں کیا جاسکا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جناب مفتی صاحب سے پہلے بھی اور بعد میں بھی بہت سے علماء و ادباء عربی میں داد سخن وری دیتے رہے ہیں اور موجودہ زمانے میں بھی بہت سے باکمال عربی کے شاعر موجود ہیں۔



مولانا سید خلیل عباس صاحب قبلہ کی وفات حسرت آیات

بہار کے معروف عالم دین مولانا الحاج سید خلیل عباس صاحب ابن مولانا سید راحت حسین صاحب بھیکپوری کا موصوف کے وطن میں ایک مختصر سی علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ اور وہیں سوگواروں کے مجمع کے درمیان سپرد خاک ہوئے۔ مولانا نے عمر کا زیادہ حصہ ملک کے باہر گزارا، اور وہاں سرگرم تبلیغ دین رہے۔ مولانا نے یورپ کے کئی ملکوں میں تعلیمی اداروں کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس سانحہ پر نور ہدایت فاؤنڈیشن میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں ان کی شخصیت و فعالیت پر روشنی ڈالی گئی۔ آخر جلسہ میں مولانا مرحوم کی ترویج روح کی خاطر فاتحہ خوانی کی گئی۔